ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

ڈاکٹر جمیل جالبی کا حاسۂ تحقیق: میر اجی، راشد اور میر کے خصوصی حوالے سے

SENSATION OF RESEARCH OF DR JAMIL JALBI:WITH SPECIAL REFERENCE TO MIRA.G, RASHID & MEER

فوزیہ شہزادی
پی ایچ۔ڈی اُردو (سکالر)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر محمد امجد عابد
، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور
پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان
پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

Dr. Jamil Jalbi being an authentic reference of Urdu literature, Research and criticism has no alternative in Reseach specially. He has reviewed critically work of many literary personalites. Critical analysis of Mira.G, Rashid and Meer by Dr Jamil Jalbi are significantly known in Urdu literature. The purpose of this article is to explore Reseach expertise of Dr. Jamil Jalbi regarding Kulyat-e-Meera G, Noon-Meem Rashid-Aik Mutalia, Muhammad Taqi Meer. Author has concluded that criterion and standards of Research established by Dr. Jamil Jalbi are road map for new scholars and Researchers.

کلیدی الفاظ: محقق، جمیل جالبی، میر اجی، ن۔م۔راشد، محمد تقی میر، تحقیقی اصول، نظم، غزل

Keywords: Researcher, Jamil Jalbi, Meera G, Noon-Meem-Rashid, Muhammad Taqi Mir, Principles of Reseach, Nazam, Ghazal

اردو ادب کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ابتدا ہی میں بڑے ادیب میسر آ گئے جنھوں نے زبان و ادب کی آبیاری کی۔اس پر طرہ یہ کہ یہ سلسلہ وہیں موقوف نہ ہوا بلکہ آنے والی دہائیوں میں بھی اردو میں کئی عظیم فن کاروں نے جنم لیا۔ان فن کاروں کی عظمت اور ان کے فن کو محققین نے اپنے اپنے انداز میں سمجھنے (تحقیق) اور پرکھنے (تنقید) کی کوشش کی ہے۔ان محققین کی صف اول میں ڈاکٹر جمیل جالبی(۲۰۱۹ء۔۱۹۲۹ء) کا نام بھی شامل ہے جنھوں نے مختلف شخصیات کے مطالعات پیش کیے۔ان شخصیات میں عزیز احمد، محمد حسن عسکری، ابوالفضل صدیقی، جمیلہ ہاشمی، عصمت چغتائی، رضیہ فصیح احمد، مشرف احمد، نظر الحسن صدیقی، سرسید احمد خان، شبلی نعمانی، اکبر الہ آبادی، نیاز فتح پوری، اشتیاق حسین قریشی، علامہ اقبال، جوش ملیح آبادی، فیض احمد فیض، فراق گورکھپوری، غلام عباس، رئیس احمد جعفری، مجنوں گورکھپوری، ڈاکٹر سید عبداللہ، اعجاز الحق قدوسی، صادقین، محمد نقوش، ابراہیم جلیس، اختر حسین رائے پوری، سید ابو الحسن علی ندوی، ڈاکٹر سہیل بخاری، محشر بدایونی، شان الحق حقی، سلیم احمد، صبا اکبر آبادی، ڈاکٹر احسن فاروقی، شاہ عبداللطیف بھٹائی، نساخ، ولی دکنی، ن-م راشد، قلندر بخش جرات، میر تقی میر اور میرا جی سمیت دیگر کئی اصحاب کے نام شامل ہیں۔واضح رہے کہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان تمام مذکورہ اصحاب کے فن کا مطالعہ کیا لیکن براہ راست ان کے اسماء کو عنوانات بنا کر انہوں نے اپنے شخصیاتی محقق ہونے پر مہر ثبت کی ہے۔اگرچہ وہ ان تمام اصحاب کے فن اور فکر کا مطالعہ پیش کرتے ہیں مگر ان کے ساتھ ساتھ وہ اس کی شخصیت اور ذات کے متعلق بھی اہم معلومات بہم پہنچاتے ہیں تاکہ پڑھنے والا ان شخصیات کی ذہنی اپج کو سمجھ سکے۔اپنے تحقیقی سفر کے دوران ڈاکٹر جمیل جالبی نے کئی ایک شخصیات پر تحقیق کی مگر ان میں سے چند شخصیات کے مطالعات کے لیے ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیق سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ایسی شخصیات میں ایک معتبر نام میرا جی کا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

میرا جی شاعری کی طلسم گری کا وہ مسحور کن کردار ہے جو طاہر بن کر ابھرا اور اپنے جنتر منتر سے اردو نظم کی دنیا کو تبدیل کر گیا۔ڈاکٹر وزیر آغا نے میرا جی کو جدید اردو نظم کے ستونوں کی مثلث میں سے ایک ستون قرار دیا ہے۔لاہور کی تنگ گلیوں میں 25 مئی 1912ء کو جنم لینے والے محمد ثنا اللہ ڈار ثانی کی پیدائش کے وقت کسے یہ گمان گزرا ہوگا کہ یہ نونہال بچہ آگے چل کر اردو شاعری کا منظر نامہ تبدیل کرے گا۔نوجوانی میں میرا جی کو ایک بنگالی لڑکی میرا سین سے یک طرفہ محبت ہوئی اور اس محبت کے صدقے ثناءاللہ میرا جی ہو گیا۔میرا جی کی شاعری ہندوستان کی دھرتی کی شاعری ہے۔اس شاعری میں ہندوستان ناصرف جیتا جاگتااور سانس لیتا بلکہ بولتا، کھیلتا اور دور ارتقا سے گزرتا ہوا صاف دکھائی دیتا ہے۔میرا جی نے شاعری کے میدان میں پہلی مرتبہ مشرقی روایات اور برصغیر کی اقدار کو اس طرح جگہ دی کہ وہ جدید نظم کی پہچان بن گئیں اور میرا جی کو اس ہندوستانیت اور مقامیت نے امر کر دیا۔ ذاتی حیثیت میں بھی میرا جی دلچسپ شخصیت کے مالک تھے۔میراجی کی ذات کی کشش اور شاعری کی فکری خصوصیات کی انفرادیت نے انہیں اردو شاعری کا ایک لازوال کردار بنا دیا۔چلتے پھرتے گوشت پوست کے میرا جی ایک ایسی داستان بن گئے کہ لوگوں کو معمہ معلوم ہونے لگے۔ محققین کو ان کی ذات کا ادراک حاصل ہونے لگتا تو شاعری کی انفرادیت آڑے آ جاتی اور شعر سمجھ آنے لگتے تو ان کی شخصیت اپنی دلچسپ ساحری کے ساتھ جلوہ گر ہو جاتی۔غالبا میرا جی کو اپنی اس مسحور کن شخصیت کا پوری طرح احساس تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آغاز میں اپنا تخلص ساحری رکھا۔غرض یہ کہ محققین کے لیے ان کی ذات ایک گتھی بنی رہی جو سلجھائے نہ سلجھتی تھی۔ حق تو یہ تھا کہ میرا جی کی شاعری کی طرف بھرپور توجہ کی جاتی مگر ان کی ذات کی اسی سحر انگیزی نے ان کے فن سے توجہ ہٹا کر ان کی ذات پر مبذول کر دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے فن کو سمجھنے کی بجائے محققین نے ان کی ذات کو تحقیق کا مرکز بنا لیا۔میرا جی کے فن اور فکر کو سمجھنے کے لئے جن مطالعات کی ضرورت تھی وہ اول تو سرے سے نہ لکھے گئے اور اگر لکھے بھی گئے تو انھیں یکجا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی جس سے مطالعاتِ میرا جی میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو چکا تھا۔اس خلا کو پر کرنے کی ذمہ داری ڈاکٹر جمیل جالبی نے اٹھائی۔ انہوں نے اپنی دھوتی گانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے "میرا جی-ایک مطالعہ" کے روپ میں میرا جی کے فن اور فکر کا احاطہ کرتی ہوئی ایسی جامع کتاب مرتب کی جو میرا جی کے فن کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔مذکورہ کتاب میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے میرا جی پر کام کرنے والے اہم محققین کے چیدہ چیدہ مضامین کو اکٹھا کر دیا ہے تاہم ان کا اہم تحقیقی کارنامہ اس کتاب کا وہ حصہ یعنی "مقدمہ"ہے جس میں میرا جی کی شخصیت اور ان کے فن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے میرا جی کی شخصیت کو بے نقاب کیا ہے اور کتاب کے مندرجات پر بھی جامع انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ "میرا جی۔ایک مطالعہ" کے مقدمے کا عنوان ہی "اس کتاب کے بارے میں"ہے۔اپنے نام کے مصداق اس مقدمہ میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس کتاب کا مفصّل تعارف بیان کیا ہے۔لکھتے ہیں:

> "میرا جی ایک مطالعہ کے نام سے یہ کتاب ترتیب دی تا کہ قارئین، ناقدین، محققین، اساتذہ اور طلبہ کے لیے حوالہ کی ایک ایسی کتاب تیار ہوجائے جو نہ صرف بنیادی و ضروری معلومات فراہم کرے بلکہ میرا جی کی شخصیت و فن کی تفہیم اور معاصر شاعری میں ان کا مقام متعین کرنے میں بھی مدد کرے۔"(۱)

اس کتاب کے مندرجات کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں میراجی کے اپنے لکھے ہوئے مضامین اور اپنی چند نظموں پر ان کے خود کے لکھے ہوئے تبصرے بھی اس کتاب کا خاصہ ہیں۔اس کتاب میں میرا جی کے کلام کا وہ حصہ بھی شامل ہے جو یا تو غیر مطبوعہ تھا یا اتنا نایاب تھا کہ قارئین کو دستیاب نہ تھا لہذا ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی تحقیقی صلاحیتوں سے اسے مرتب کر کے قارئین اردو ادب کے سامنے پیش کیا۔اس کتاب میں کتاب کے عنوان کا ہم نام مضمون "میرا جی۔ایک مطالعہ" بھی شامل ہے جو ڈاکٹر جمیل جالبی کے اپنے قلم کا اعجاز ہے۔اس مضمون میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنے تحقیقی مزاج کی روشنی میں میرا جی کا شخصی اوران کی شاعری کا فنی و فکری جائزہ لیا ہے۔اس مضمون میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے میراجی کا موازنہ ان کے روحانی ideals یعنی بودلیئر اور ایڈگرایلن پو جیسے شعرا سے کیا ہے۔اس ضمن میں انہوں نے بودلیئر کا وہ واقعہ بھی بیان کیا ہے جب اس نے معاشرے سے احتجاج کرنے کا ایک نیا طریقہ نکالا۔اپنا سر منڈوا کر، اس پر ہرا رنگ پھروا کر،احتجاج کی عبارت لکھ کر پیرس کے ایک ریسٹورنٹ کے باہر احتجاجاً کھڑا ہو گیا۔بودلیئر کے اس احتجاج کا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

موازنہ وہ میرا جی کے اس احتجاج سے کرتے ہیں جب انہوں نے عین اسی طرح جشنِ سال نو منانے کے اصرار پر اسی طرح کی وضع اختیار کی۔ مغربی سوٹ بوٹ پہننے کے بعد میرا جی نے بودلیئر کی طرح سر منڈوا دیا اور احتجاجاً سر پر سفید رنگ سے ہپی نیوایئر پینٹ کرا لیا۔اس طرح کے چند اور واقعات درج کرنے کے بعد ڈاکٹر جمیل جالبی کسی نفسیاتی محقق کی طرح میرا جی کی ذات اور شاعری میں ان کی وہ فنی و فکری وجوہات تلاش کرتے ہیں جو میرا جی کے کلام کو انفرادیت بخشتی ہیں۔اپنے پسندیدہ شعرا کے لئے میرا جی کی محبت اور ان کے کلام سے متاثر ہو کر جو اثرات میرا جی کے کلام پر مرتب ہوئے ان کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> "میرا جی کے تخلیقی ذہن کی تشکیل کے دور میں انہوں نے اپنی پسندیدہ اور بڑے شعراء کی وہ سب حرکات و سکنات جو انہیں اچھی لگیں، اختیار کر لیں اور اپنی زندگی کے روپ کو بہروپ بنا لیا۔اس طرح انہوں نے متضاد عناصر کو اپنی ذات میں جمع کیا اور اس جمع آوری سے اپنے خارجی وجود کو آباد کر لیا۔بودلیئر، ایڈگرا یلن پو، ہائنے، لارنس، میلارمے اور چنڈی داس وغیرہ سے ثناءاللہ ڈار ثانی نے میرا جی کو تخلیق کیا اور پھر ساری عمر اپنے تخلیق کیے ہوئے میرا جی کے روپ بہروپ میں وہ ایسی زندگی بسر کرتے رہے جیسی کہ انہوں نے کی"(۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے مذکورہ بالا مضمون کے علاوہ "میرا جی-ایک مطالعہ" میں کئی نامی گرامی شخصیات کے مضامین بھی شامل ہیں جو میرا جی کا مختلف حوالوں سے جائزہ لیتے ہیں۔کتاب میں میرا جی کی شخصیت و فن، شاعری، گیت نگاری، نثر و تنقید پر لکھے گئے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔علاوہ ازیں میرا جی کی نادر، غیر مطبوعہ اور کمیاب تحریریں بھی اس کتاب کا حصہ بنائی گئی ہیں۔اس کتاب کی تحقیق و تدوین کا کام ڈاکٹر جمیل جالبی نے اتنی عرق ریزی سے سرانجام دیا ہے کہ یہ کتاب میرا جی کی معلومات کے حوالے سے سب سے مستند اور معتبر ذریعہ بن چکی ہے۔اس حوالے سے کتاب کے مقدمے میں جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> "اس کتاب کے "حصہ دوم" میں میرا جی کی وہ منتخب تحریریں بھی شامل کر دی گئی ہیں جن کا اب تک تو سنتے تھے لیکن کمیاب یا نایاب ہونے کی وجہ سے عام طور پر دسترس سے باہر تھیں۔مثلاً "کتاب پریشاں" کے عنوان سے میرا جی نے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا تھا۔ یہ سب مضامین اس کتاب میں شامل ہیں۔نومبر 1944ءسے میرا جی نے ساقی دہلی میں کتاب پریشاں کا سلسلہ بند کر کے "باتیں" کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار شروع کیا۔یہ سب تحریریں بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔ان تحریروں کے مطالعے سے میرا جی کے فکر و نظر کے کئی نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔۔۔اس کتاب کو اس طرح میں نے، میرا جی کے تعلق سے، ایک "اکائی" بنانے کی کوشش کی ہے"(۳)

"میرا جی-ایک مطالعہ" کے علاوہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی مرتب کردہ "کلیات میرا جی" بھی میرا جی کے مطالعے میں ایک اہم اضافہ ہے جس کی تحقیق و تدوین کا سہرا ڈاکٹر جمیل جالبی کے سر ہے۔"کلیات میرا جی" کا پہلا ایڈیشن 1988ءمیں چھپا۔اس ایڈیشن میں اس وقت تک میرا جی کا تمام دستیاب شدہ کلام مجتمع کیا گیا تھا تاہم بعد ازاں نئے کلام کی بازیافت پر اس کتاب کو از سرنو ترتیب دے کر ڈاکٹر جمیل جالبی نے 1993ء میں دوبارہ شائع کیا۔اس کتاب کی تیاری میں انہیں تقریباً دو دہائیاں لگیں۔انہوں نے اپنے محققانہ صبر و تحمل سے اس کے منتشر اوراق کو یکجا کرنے کا عمل جاری رکھا اور قریبا بیس برس بعد مختلف اشخاص اور کتب خانوں سے جمع کیا ہوا یہ کلام کلیات کی شکل میں شائع کر دیا۔اس کلیات کی اشاعت کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی یوں رقم طراز ہیں :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"اس کلیات میں میرا جی کا وہ سارا کلام شامل ہے جو کتابی صورت میں اب تک شائع ہو چکا ہے اور وہ سارا کلام بھی جو غیر مطبوعہ اور جناب اخترالایمان کے پاس تھا۔اس میں "حلقۂ پشم سیہ" نامی بیاض کا کلام بھی شامل ہے جو ڈاکٹر وحید قریشی کے پاس ہے۔اس بیاض میں، جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے، بہت کلام نہیں ہے بلکہ خاصی تعداد میں وہ نظمیں ہیں جو "میرا جی کی نظمیں" (مطبوعہ ساقی بک ڈپو 1944) میں شامل ہیں۔اس کلیات میں وہ کلام بھی شامل ہے جو مختلف رسائل و جرائد کے صفحات پر بکھرا ہوا تھا۔اس کلیات میں کم و بیش کتابی صورت میں چھپے ہوئے کلام کے برابر وہ کلام شامل ہے جو پہلی بار "کلیات میرا جی" میں شامل ہوا ہے۔میں نے اس کلام کو ریزہ ریزہ جمع کیا ہے اور اس جمع آوری میں بیس سال کا عرصہ لگا ہے۔ ابھی کچھ کلام رہ گیا ہے۔میری کوشش ہے کہ اسے، اگر وہ دستیاب ہو گیا تو اگلے ایڈیشن میں شامل کر دیا جائے"(۴)

اسے میرا جی کی اپنی لاُبالی طبیعت کہیئے یا ہمارے محققین کی عدم بصیرت کہ میرا جی جیسے شاعر کا کلام یکجا نہیں کیا گیا تھا۔کلیات میرا جی کی اشاعت سے پہلے کا جو کلام دستیاب ہے وہ زیادہ تر اس دور کا ہے جب میرا جی لاہور میں سکونت پذیر تھے اور ہندی روایات کو زیادہ اہمیت دے رہے تھے۔ لاہور سے دہلی منتقل ہونے کے بعد میرا جی کے موضوعات میں ایک فکری تنوع دکھائی دیتا ہے۔فکر کے ساتھ ساتھ میرا جی کے اسلوب میں بھی واضح تبدیلی آئی اور انھوں نے اردو لب و لہجہ اختیار کر لیا۔میرا جی کے مطالعے میں ان تمام پہلوؤں کا تفصیل سے جائزہ لینا اس وقت تک ممکن نہیں تھا جب تک کلیات میرا جی کو مجتمع نہ کر لیا جاتا۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے کلیاتِ میرا جی مرتب کر کے میرا جی کے کلام کو اردو ادب میں از سرِ نو متعارف کرایا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد اب میرا جی کے کلام کا جائزہ کئی پہلوؤں سے لیا جا سکتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی اس محنت طلب کاوش کے متعلق ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

"کلیات میراجی کی اشاعت سے پہلے میرا جی کے پانچ شعری مجموعے شائع ہو چکے تھے۔۔۔عام رائے یہ تھی کہ ان کا بہت سا غیر مطبوعہ کلام اخترالایمان کے پاس محفوظ ہے۔اخترالایمان بھی اسے ایک مجموعے کی صورت میں مرتب کرنا چاہتے تھے لیکن بوجوہ ایسا نہ کر سکے۔جمیل جالبی نے "کلیات میرا جی" میں نہ صرف ان کے مطبوعہ کلام کو شائع کیا بلکہ اخترالایمان اور میرا جی کے دوسرے دوستوں سے بھی جو کچھ دستیاب ہو سکا اسے بھی ایک جگہ جمع کر دیا۔"کلیات میرا جی" میں میرا جی کی نظمیں، گیت، غزلیں اور ہزلیں شامل ہیں۔اس کی اشاعت سے میرا جی کا کلام ایک جگہ جمع ہو گیا ہے جس سے ان پر کام کرنے کی بھی آسانی ہو گئی ہے بلکہ ان کی شاعری کے بارے میں ایک تاثر قائم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے"(۵)

میرا جی کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی کا ایک تحقیقی مضمون "میرا جی کو سمجھنے کے لئے" ماہنامہ ادبی دنیا لاہور میں شمارہ ستمبر 1950ء میں بھی شائع ہوا تھا۔ یہ غالباً اسی دور کا آغاز ہے جس کے متعلق ڈاکٹر جمیل جالبی نے یہ عندیہ دیا ہے کہ وہ گذشتہ بیس برس سے میرا جی کے کلام کو یکجا کر رہے ہیں۔میرا جی کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے جو مضامین و مقالات سپردِ قلم کیے ہیں ان میں یہ مضمون کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔اس طویل مضمون میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے میرا جی کو بطور انسان اور بطور فنکار الگ الگ پیش کیا ہے۔ان کی نفسیاتی الجھنوں اور شخصیت کے تضادات بطور خاص اس مضمون کا حصہ بنائے گئے ہیں۔"کلیات میرا جی" ہو یا "میرا جی۔ایک مطالعہ" یا پھر میرا جی پر لکھا گیا کوئی تحقیقاتی مضمون ڈاکٹر جمیل جالبی نے میرا جی کے باب میں کئی اہم اضافے کیے ہیں جنہیں دیگر محققین نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

میرا جی کو سمجھنے کے لیے ڈاکٹر جمیل جالبی کی دونوں ہی کتب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ان کتب میں میرا جی کے مطالعے میں کئی نئی جہتوں کو دریافت کیا گیاہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی یہ سمجھتے ہیں کہ میرا جی کے نزدیک اشیاء کے بجائے تصورات کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ان کے اسی ذاتی تصور نے ان کی شاعری کو اس حد تک متاثر کیا ہے کہ وہ آزاد کی عملی تصویر بن گئے ہیں۔میرا جی کے حوالے سے لکھے گئے اپنے مختلف مضامین میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے مختلف جہتوں میں میرا جی کا مطالعہ کیا ہے۔میرا جی کی شاعری، ان کے نظریات، ان کے تصورات اور ان کے آئیڈ ئلز کے مطالعے کی مدد سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے میرا جی کے ساحری ہیولی کو جسم عطا کر دیا ہے۔ان کتب پر ڈاکٹر رشید امجد کی تنقیدی رائے ملاحظہ کریں:

> "یہ دور میرا جی کی دریافت نو کا دور ہے۔میرا جی پر کئی حوالوں سے کام ہو رہا ہے اور گزشتہ چند سالوں میں میراجی پر کئی کتابیں چھپ چکی ہیں اور ان کی شخصیت و فن پر مختصر انتخاب شائع ہوئے ہیں۔کمار پاشی کی "میرا جی۔۔۔شخصیت و فن" کے علاوہ "شعر و حکمت" کا گوشہ میرا جی بھی بڑا اہم کام ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی یہ دونوں کتابیں اس سلسلے کا اب تک سب سے بڑا اور اہم کام ہے جس نے میرا جی سے دلچسپی رکھنے والوں کو ایک مہمیز لگائی ہے"(۲)

جدید اردو نظم کے حوالے سے ن-م راشد کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔راشد کو جدید اردو نظم کے تین بڑے ستونوں میں سے ایک ستون سمجھا جاتا ہے۔راشد کی شاعری نے جدید اردو نظم کا منظر نامہ سرے سے ہی تبدیل کر کے رکھ دیا۔ان کی نظموں کی عالمگیریت اور زندگی کی کشمکش سے گریزاں ہونے کا جو احساس جاگزیں ہے وہ اردو نظم کے لیے ایک نیا تصور تھا۔آزاد نظمیں دراصل انہی کی عطا ہے جو انگریزی کی صنف free verse سے متاثر ہو کر لکھی گئیں۔اردو آزاد نظم کی اولیت کا سہرا راشد ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔راشد کی نظمیں ہیت، ساخت، کش مکش حیات، موضوعات کی بوقلمونی اور متفرق جذبات کا اظہار ہیں۔میرا جی کی زندگی جتنے معمّوں میں بٹی ہوئی تھی راشد کی زندگی اتنی ہی صاف بلکہ crisp ہے۔عالمگیریت ان کی شاعری کا سب سے بڑا وصف ہے۔راشد کی شاعری سے نیویارک کی تیز رفتار زندگی گزارنے والا شخص بھی اتنی ہی نسبت رکھتا ہے جتنا پاکستان کے کسی چھوٹے سے گاؤں کا سست رو زندگی جیتا ہوا آدمی۔ان کا داخلی کرب عالمگیر سطح پر انسان کا کرب بن جاتا ہے۔اپنی اسی انفرادیت کی وجہ سے راشد کو اردو نظم کا ایک ایسا ستون سمجھا جاتا ہے جن کے بغیر اردو نظم ایستادہ نہیں رہتی۔اردو نظم میں راشد کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں بلکہ راشد ان خوش قسمت فنکاروں میں سے ایک ہے جنہیں ان کی زندگی ہی میں پذیرائی مل گئی۔نظم کی دنیا میں راشد کی اہمیت کے پیش نظر ان پر بہت سا تحقیقی کام ہوا جو بہت حد تک معیاری بھی ہے۔جن محققین نے راشد پر تحقیقات کیں ان میں ایک نام ڈاکٹر جمیل جالبی کا بھی ہے۔اگرچہ راشد کے حوالے سے ان کا تحقیقاتی کام زیادہ نہیں مگر اعلیٰ معیار کے حامل چند ایک مضامین ہی تعداد کی اس کمی کو پورا کر دیتے ہیں۔"ن-م راشد- ایک مطالعہ" ڈاکٹر جمیل جالبی کی مرتب کردہ کتاب ہے جس میں ن-م راشد کے حوالے سے لکھے گئے ان کے اپنے تحقیقی مضامین بھی شامل ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی خود ن-م راشد کے حلقہ احباب میں شامل تھے۔اپنے ذاتی تعلقات اور راشد سے قربت کی بنا پر اس کتاب کو ترتیب دینا ان کے لیے آسان تھا۔یہی وجہ ہے کہ ان کے لیے اس کتاب کے مندرجات اور ماخذات کے استناد کو جانچنا دیگر محققین کی نسبت سہل تھا۔"ن-م راشد- ایک مطالعہ" کے دیباچے میں اس کتاب کی اشاعت کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی یوں رقمطراز ہیں:

> "راشد کی وفات کے بعد پاکستان سے کسی ادبی رسالے نے کوئی خاص شمارہ' ان کی یاد میں شائع نہیں کیا سوائے "نیا دور" کراچی کے ن-م راشد نمبر کے' جو میں نے 1978ء میں مرتب کیا تھا۔یہ شمارہ اتنا مقبول ہوا کہ بہت کم وقت میں ختم ہو گیا اور آج بھی اس کی مانگ جاری ہے۔ن-م راشد نمبر کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت تو ممکن نہیں تھی اس لئے میں نے سوچا کہ اگر ن-م راشد کے بارے میں ایک ایسی کتاب مرتب کر دی جائے جس میں "نیا دور" کے راشد نمبر کی اہم تحریروں کے علاوہ ان مضامین کو بھی شامل کر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

دیا جائے جو گزشتہ پچاس سال میں راشد پر لکھے گئے اورآج بھی ان کی اہمیت ہے تو یہ زیادہ مناسب ہو گا "
(۷)

راشد کے فن کے قدردانوں کے لیے یہ کتاب کسی سرمائے سے کم نہیں۔اس کتاب میں راشد سے متعلق وہ تمام تحریریں اکٹھی ہیں جو راشد کے فن کو سمجھنے کے لئے ضروری ہیں۔اگرچہ تدوینی معیارات کے لحاظ سے یہ کتاب ایک عمدہ کتاب ہے مگر چونکہ ہمارے پیش نظر ڈاکٹر جمیل جالبی بطور محقق ہے لہذا اس کتاب میں شامل ڈاکٹر جمیل جالبی کے ن۔م راشد پر لکھے تحقیقی مضمون کا جائزہ لیتے ہیں۔راشد پر لکھے گئے ڈاکٹر جمیل جالبی کے تحقیقاتی مضمون کا عنوان "راشد کی چند نظموں کی ابتدائی صورتیں"ہیں۔اس مضمون میں راشد کی ابتدائی دور کی شاعری اور ان منظومات کا ذکر ہے جن میں بعدازاں راشد نے ترامیم کر دیں تھیں۔تمام ترمیم شدہ نظموں کی ابتدائی صورتیں اس مضمون کا موضوع ہیں۔اپنے اس تحقیقی مقالے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے کم و بیش آٹھ ایسی منظومات کا تذکرہ کیا ہے جن کی ابتدائی صورت کچھ اور تھی۔ان نظموں میں "لا= انسان" کی نظم "اس پیڑ پہ ہے بوم کا سایہ"، "گماں کا ممکن سے" جو تُو ہے' میں ہوں"، "پانی کی آواز"، "پیریڈ"، "ہم کہ عشاق نہیں"، "حسن کوزہ گر"، "ریگ دیروز" اور "پانی کی آواز" شامل ہیں۔یہ مضمون ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیقی صلاحیتوں کا مظہر ہے۔یہ ان چند مضامین میں سے ہے جن میں ڈاکٹر صاحب نے تنقید کی بجائے صرف تحقیق کی طرف توجہ کی ہے۔یعنی اس مضمون میں صرف حقائق کی بازیافت کے عمل پر توجہ مرکوز کی گئی ہے اور کسی بھی قسم کی تبصرہ آرائی گریز کیا گیا ہے۔اس ضمن میں یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

> "یہاں میں نے راشد کی نظموں کی ابتدائی اور آخری صورت کا تقابلی مطالعہ اور تجزیہ پیش نہیں کیا ہے۔ اس وقت تو میرا مقصد صرف یہ ہے کہ مختصر تعارف کے ساتھ وہ چند نظمیں، جن کے مسودات میرے پاس محفوظ ہیں، آپ کے سامنے پیش کر دوں تا کہ آپ خود ان ترمیموں پر غور کر کے دیکھیں کہ فنی نقطہ نظر سے ان تبدیلیوں سے نظم کی شکل و صورت میں، اس کی ہئیت میں، اس کی قوت اظہار میں کیا کمزوری یا قوت پیدا ہو گئی ہے"(۸)

راشد کی منظومات کی ابتدائی صورتیں سامنے آنے سے راشد کے فن پر مزید روشنی پڑتی ہے۔محققین ہی کے لیے نہیں بلکہ ناقدین کے لیے بھی راشد کی ذہنی پرداخت اور اس کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ان نظموں کی خام شکل کو دیکھنے کے بعد محققین کے لیے راشد کے اسلوب اور ہیئت کے تجربات کے مطالعے میں کئی جہتوں کا اضافہ ہوا ہے۔یقینا یہ کتاب ڈاکٹر جمیل جالبی کے ان ادبی کارناموں میں سے ہے جسے اردو ادب میں تابندگی رہے گی۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیقات کا بڑا موضوع اور محور شعریات ہے۔اگرچہ انھوں نے نثری روایات پر بھی بہت لکھا مگر شعریات میں ان کی دلچسپی واضح ہے۔میر تقی میر کے حوالے سے اگرچہ انھوں نے باضابطہ تحریریں صرف "تاریخ ادب اردو" کا حصہ بنائی ہیں مگر انجمن کے تحت چھپنے والی "محمد تقی میر" میر فہمی میں ایک اہم حوالہ ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کے تحقیقی لیکچرز کا مجموعہ "محمد تقی میر" انجمن ترقی اردو نے1981ء میں شائع کیا۔اس کتاب کی تحقیقی و ادبی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوا اور 1992ء میں اس کی دوبارہ اشاعت ہوئی. یہ کتاب ان دنوں کی یادگار ہے جب ڈاکٹر جمیل جالبی انجمن ترقی اردو پاکستان سے وابستہ تھے۔بابائے اردو مولوی عبدالحق کی وفات کے بعد سے انجمن میں یہ طرح پڑی تھی کہ ان کے یوم وفات کے حوالے سے تقریب منعقد کی جاتی۔اس جلسے میں اردو زبان و ادب کے حوالے سے مختلف مضامین و مقالات پڑھے جاتے مگر یہ سلسلہ بوجوہ ترک ہو گیا۔اختر حسین رائے پوری کے بقول:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"مولوی صاحب کی برسی کے موقع پر باقاعدہ جلسہ ہوتا تھا لیکن گزشتہ دو تین سال سے ان کا یوم وفات رمضان المبارک میں پڑ رہاہے اس لیے جلسے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جب یہ کمی محسوس ہوئی تو ہم نے جلسے کا یہ بدل نکالا ہے کہ آئندہ سے اس موقع پر ادبی شخصیات کے کاموں اور کارناموں پر توسیعی خطبات extension lectures کا سلسلہ جاری کیا جائے۔ ان خطبات کو ہم نے بابائے اردو یادگار لیکچرز کا نام دیا ہے۔ اس پروگرام کے مطابق ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ کوئی مناسب موضوع منتخب کر کے اس سلسلے کا آغاز کر دیں۔ انہوں نے ہماری اس تجویز کو مان لیا اور اپنے خطبہ کے لیے "محمد تقی میر" کو منتخب کیا "(۹)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے یہ خطبات کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ اس خطبات کے ذریعے انھوں نے جو اعلی تحقیقی معیارات قائم کیے ہیں وہ میریات میں گراں قدر اضافہ ہیں۔ یہ خطبات میر تقی میر کی سوانح اور فن دونوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان تحاریر کی وجہ سے شعبۂ میریات میں کئی نئے مباحث کا اضافہ ہوا اور پہلے سے موجود کئی تشنہ سوالات کا جواب بھی ملا۔ ان خطبات کے ذریعے ڈاکٹر جمیل جالبی نے اردو تحقیق کی درخشاں روایت کو مزید مستحکم کیا۔ آیئے ان خطبات کے مندرجات پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

خدائے سخن اور امام غزل میر تقی میر کے نام سے کوئی مبتدی بھی ایسا نہیں جو نا واقف ہو۔ میر تقی میر اردو ادب کے ان بڑے ستونوں میں سے ایک ہیں جن کی پہچان اردو نہیں بلکہ وہ خود اردو ادب کی پہچان بن چکے ہیں۔ اردو شاعری میں سے میر، غالب، اقبال اور فیض جیسے شعرا خارج کر دیئے جائیں تو شعر ہی نہیں نثر کا بڑا ذخیرہ بھی اس کے ساتھ ہی رخصت ہو جائے گا۔ میر تقی میر کا ادبی رتبہ اتنا بڑا ہے کہ ان کے نام پر اردو نظم و نثر میں باقاعدہ "میریات" کی اصطلاح رائج ہو چکی ہے۔ میؔر کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہونے کے باوجود میؔر کے حوالے سے اردو ادب میں کئی تشنہ باب ہنوز باقی ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنے ان خطبات میں انہی ادھورے کھانچوں کو بھرنے کی مساعی کی ہے۔ ان تحقیقی خطبات کا آغاز ڈاکٹر جمیل جالبی نے میر تقی میر کے خاندانی پس منظر سے کیا ہے۔ ان کے مطابق میؔر کا خاندان ملک حجاز سے ہجرت کرکے دکن پہنچا اور پھر اکبر آباد سکونت پذیر ہو گیا۔ یہیں میؔر کے دادا دو لڑکے چھوڑ کر راہی ملک عدم گیر ہوئے۔ ان دو لڑکوں میں سے ایک نے خلل دماغ کے سبب جوانی میں ہی داعئ اجل کو لبیک کہا اور دوسرے لڑکے نے زہد کی راہ چن لی۔ محمد علی نامی اس لڑکے ہی کے ہاں بعد ازاں میر تقی میر نے جنم لیا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان کا سال ولادت 1135ھ 23/1722ء متعین کیا ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے وہ میؔر کے دیوان سے داخلی شواہد پیش کرتے ہیں اور ان تمام ثبوتوں کی روشنی میں انہوں نے جو نتائج اخذ کیے ان کے مطابق یہی سال میر تقی میر کا سال ولادت قرار پاتا ہے۔ میر کا خاندان معاشی طور پر خوشحال خاندان نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے میؔر معاشی مشکلات کا شکار رہے۔ صورتحال والد کی وفات کے بعد اور بھی دگرگوں ہوتی چلی گئی۔ معاشی مسائل اور رشتے داروں کے منہ پھیر لینے نے میر کو پریشاں حال بنا دیا۔ سوتیلے بھائیوں کی بدسلوکی اور ان کی ایما پر خان آرزو نے بھی میر سے بدسلوکی، محبت میں ناکامی، دلّی کے اجڑنے کا غم الغرض میؔر نے اتنے درد و غم جمع کر لیے کہ انھیں دیوان کرنا ہی پڑا۔ بے سروسامانی اتنی تھی کہ ساری عمر گردش میں رہے مگر اس انتشار نے ان کی شاعری میں حزن و ملال کی ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ آج تک کوئی ان کے پائے کا غزل گو پیدا نہیں ہوا اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ میؔر جیسے حساس انسان کو اس بات کا پوری طرح ادراک بھی تھا۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی :

"میر کو شدید احساس تھا کہ وہ اتنے بڑے شاعر ہیں کہ ان کا کوئی ثانی نہیں ہے، لیکن زمانے نے ان کی قدر نہیں کی۔ اسی احساس کے ساتھ وہ زمانے سے ٹکراتے رہے لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ اس پرآشوب دور میں بھی معاشرے نے ان کی قدر کی"(۱۰)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

مگر میؔر جیسے حساس انسان کے لیے یہ ناکافی تھا اور وہ تمام عمر اس کش مکش میں رہے کہ انھیں کماحقہ قدر نہیں ملی۔اس کی ایک وجہ شاید انانیت بھی ہے۔اگرچہ یہ انانیت غالب کی نرگسیت جیسی تو نہیں مگر اس انا نے میؔر کی شاعری کو ایک ادائے بے نیازی عطا کی۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایسے کئی واقعات کا تذکرہ کیا ہے جن سے میؔر کی نازک مزاجی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔یہی نازک مزاجی تمام عمر ان کی زندگی میں رکاوٹ بنی رہی اور وہ آزردہ ہی رہے۔میر کی شاعری اپنا دکھ جن عناصر سے کشید کرتی ہے وہ عشق اور محبت ہی کے مسائل ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے میر کی تصانیف کا بھی تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔"نکات الشعراء" میر تقی میر کا تصنیف کردہ اہم تذکرہ ہے۔اس تذکرے کا سن تصنیف معلوم نہیں تھا مگر ڈاکٹر جمیل جالبی نے داخلی شواہد کی مدد سے اس کا پتہ لگایا اور 1165ھ کو اس کا سال اشاعت قرار دیا۔اس ضمن میں انہوں نے نکات الشعراء سے کم و بیش ایسی پانچ مثالیں نقل کی ہیں جو ان کے دعوے کو ثابت کرتی ہیں۔انہوں نے نکات الشعراء کا مختصر تجزیاتی مطالعہ بھی پیش کیا ہے۔ "فیضِ میر" میر تقی میر کی ایک اور تصنیف ہے۔اس کی زبان فارسی اور صنف نثر ہے۔اس کتاب کے مندرجات خالصتا فلسفیانہ اور سبق آموز ہیں۔"دریائے عشق" نامی مثنوی بھی فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔اس مثنوی کو خاصی شہرت حاصل ہوئی۔"ذکر میر" میر تقی میر کی سوانح ہے جسے آپ بیتی کہنا زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس کے مندرجات اور اصطلاحات پر خاصی طویل بحث کی ہے اور اپنی تحقیق سے اس کتاب کے متعلق الجھنوں کو رفع کیا ہے۔

اردو میں میر تقی میر کے چھ دواوین شائع ہو چکے ہیں مگر فارسی زبان میں ان کا دیوان اب تک شائع نہیں ہوا۔ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق غالباً اس کی وجہ یہ رہی ہو گی کہ میؔر فارسی شاعری کی طرف اردو کے بہت بعد میں متوجہ ہوئے۔میؔر کے فارسی کلام کی بازیافت اور دستیاب نسخوں کی معلومات ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیقات کے مطابق یہ ہیں:

> "میر کا دیوانِ فارسی اب تک شائع نہیں ہوا۔اس کے کئی مخطوطات اب تک دریافت ہو چکے ہیں۔ایک قلمی نسخہ مسعود حسین رضوی ادیب کے کتب خانے میں ہے۔ایک مخطوطہ کلیات میر کے ساتھ رضا لائبریری رامپور میں ہے۔ایک بیاض مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ذخیرہ سبحان اللہ میں محفوظ ہے۔ایک نسخہ شاہ غمگین کے کتب خانے میں گوالیار میں مخزون ہے"(۱۱)

فارسی کلام سے قطع نظر میر کا اردو کلیات خاصا ضخیم ہے اور چھے دواوین پر مشتمل ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان تمام دواوین کے سنین اشاعت اور مندرجات کے متعلق معلومات بھی شاملِ تحقیق کی ہیں۔میر تقی میر سے متعلق اپنے دوسرے خطبے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان کی شاعری کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔اس خطبے میں انہوں نے میر تقی میر کی شاعری کے فکری رجحانات کو مفصل بیان کیا ہے اور گوناگوں حوالوں سے اپنی بات کو تقویت دی ہے۔وہ میؔر کے روحانی اور نفسیاتی سفر کا بغور جائزہ لیتے ہیں اور ان میں میؔر کی شاعری کا مآخذ تلاشتے ہیں۔اس خطبے میں میؔر کے کلام کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے۔جو مباحث اور نکات یہاں پیش کیے گئے ہیں وہ اردو تحقیق میں ایک اہم اضافہ سمجھے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی لکھی گئی اس کتاب کو میؔر کی تحقیق میں از حد اہمیت دی جاتی ہے۔

میؔر کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب اردو میں بھی مفصل بحث کی ہے۔تاریخ ادب اردو میں انہوں نے میر کا تعارف، شخصیت اور فن کے تمام جملہ پہلوؤں کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر غلام مصطفی خان لکھتے ہیں:

> "فصل پنجم کے دوسرے باب میں میر تقی میر کا حال تفصیل سے ہے۔ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ میر 1135ھ میں پیدا ہوئے (1137ھ میں نہیں)، یہ بھی لکھا ہے کہ میر نے ضرور خان آرزو سے کسب فیض

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

کیا، انہی کے مشورے پر ریختہ گوئی شروع کی، بیماری (جنون) کے دوران شاعری کا آغاز ہوا اور بیماری کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔1152ھ سے 1160ھ تک وہ آرزو کے پاس رہے، پھر رعایت خان کے متوسل ہو گئے اسی کے ساتھ میر کے دوسرے حالات تحقیق کے ساتھ بیان کئے ہیں"(۱۲)

میر تقی میر کے علاوہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے کئی ایک شخصیات کے تجزیاتی مطالعے بھی پیش کیے ہیں جو میدانِ تحقیق میں اہم اضافے ہیں۔یہ اضافے میدان تحقیق کا درخشاں ذخیرہ ہیں جن سے نوآموز محققین اب تک کسب فیض کر رہے ہیں۔اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ڈاکٹر جمیل جالبی،میرا جی۔ایک مطالعہ،لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص۱۳

۲۔ایضاً، ص ۲۷

۳۔ ایضاً، ص۲۷

۴۔ ڈاکٹر جمیل جالبی(مرتب)،کلیات میرا جی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء،ص ۳۰

۵۔ڈاکٹر رشید امجد، میرا جی پر دو اہم کتابیں (کلیات میرا جی+ میرا جی۔ایک مطالعہ) مرتب: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، ڈاکٹر جمیل جالبی۔ایک مطالعہ،لاہور، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۹۳ء، ص۲۳۰

۶۔ایضاً، ص۲۳۳

۷۔ ڈاکٹر جمیل جالبی،ن-م راشد۔ ایک مطالعہ،کراچی: مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۶ء، ص۵

۸۔ ڈاکٹر جمیل جالبی،راشد کی چند نظموں کی ابتدائی صورتیں،مشمولہ: ن۔م راشد۔ایک مطالعہ، مرتبہ: ڈاکٹر جمیل جالبی، کراچی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۶ء، ص۲۲۴

۹۔ ڈاکٹر جمیل جالبی ،محمد تقی میر،کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۸۱ء، ص۲۶

۱۰۔ایضاً،ص۵۵

۱۱۔ایضاً، ص۹۰

۱۲۔ڈاکٹر غلام مصطفی خان، تاریخ ادب اردو کا ایک جائزہ،مشمولہ:ڈاکٹر جمیل جالبی: ایک مطالعہ،مرتبہ: ڈاکٹر گوہر نوشاہی،لاہور: ادارہ فروغ اردو، ۱۹۹۳ء، ص۳۲۶